مترجم: پروفیسر وائی ایس طاھر علی

مقالہ نگار ڈاکٹر داؤد پوتہ

واقعہ نگاری

(آٹھویں قسط)

قدیم عربی شاعری میں جنگ وجدال کا بیان عام طور سے ملتا ہے۔ جنگ میں گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو غبار اٹھتا ہے اُسے شبِ دیجور سے تشبیہ دیتے ہیں اور بھالے اور سنان کی چمکتی ہوئی نوکوں کو ستاروں سے۔ اُس کی قابلِ ذکر مثال بشار بن برد (متوفی ۱۶۷ھ ۷۸۳ء) کے ذیل میں دیئے ہوئے اشعار میں ملتی ہے[1]۔

کأنّ مثار النقع فوق رؤسنا　　　واسیافنا لیل تھاوی کواکبہ

(غبار جو سروں پر منڈلا رہا تھا اور ہماری چمکدار تلواریں گویا ایک رات تھی جس میں ستارے لگاتار چمکتے رہتے ہیں)

فردوسی نے بھی شاہنامہ میں اس تشبیہ کو جابجا اپنے رزمیہ داستانوں میں استعمال کی ہے۔ مثلاً:-

---

[1] ابن قتیبۃ: الشعر والشعراء ص ۴۷۷ عتابی نے یہ شعر بشار کے شعر پر کہا ہے (ابن قتیبۃ ص ۴۷۹)

تبنی سنابکھا من فوق ارؤسھم　　　سقفاً کواکبہ البیض المباتیر

(اُن کے سُم اپنے سروں پر آسمان بناتے ہیں جس کے ستارے آبدار تلواریں ہیں)

درخشیدنِ تیغہای بنفش | درآن سایہ کاویانی درفش
(بنفشی رنگ کی تلواروں کی چمک | درفشِ کاویانی کے سایہ میں
توگفتی کہ اندرشبِ تیرہ چہرہ | ستارہ ہمی برفشاند سپہر
(ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے شبِ یلدا میں آسمان پر ستارے جگمگاتے ہیں)

قطران (متوفی ۴۶۵ھ، ۱۰۷۲ء) نے بھی ایسے ہی موقعہ پر اسی قسم تشبیہ استعمال کی ہے مثال کے طور پر وہ کہتا ہے[1]:-

فروغ تیغ پدید از میان گرد سیاہ | چنانکہ در شب تاری ستارۂ رخشان
(تلواروں کی انیاں جو مٹیالی غبار میں نظر آرہی تھیں ستاروں کے مانند تھیں اندھیری رات میں)

انوری بھی اس صف میں نظر آتا ہے مگر اس نے تلوار کی جگہ بھالا استعمال کیا ہے اور میرے خیال میں اُس نے ابن المعتز اور متنبی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی ہے[2]:-

ازپسِ گردِ سیہ برق سنان آبدار | ہمچنان باشد کہ اندر پردۂ شب اختری
(سیاہ غبار میں بھالے کی چمکتی ہوئی نوک ایسی معلوم ہوئی ہے کہ گویا ستارہ رات کے اندھیرے میں جگمگا رہا ہے)

اب ہم اُن اشعار کی طرف رجوع کریں گے جن میں قوس قزح، ہلال نو، انجم، شبِ تاریک، گلہائے رنگارنگ، جام مے اور کہن سالگی کا ذکر ہے اور اِس جائزے کو چند اقتباسات

---

[1] دیوانِ قطران ص ۱۲۵ الف

[2] انوری: دیوان؛ ابن المعتز (دیوان ص ۲۹) کہتا ہے:-

وعدا السماءُ النقعُ حتّٰی کانّہٗ | دخان واطراف الرماح شرار
(آسمان پر غبار ایسی چھائی ہوئی تھی جیسے دھوئیں کا بادل اور نیزوں کی انیاں ستارے لگتے تھے)

اور متنبی کہتا ہے؛ (یتیمہ جلد ۱ ص ۹۵)

کانما کسی النھارُ بھا دجی | لیلٍ واطلعتِ الرماحُ کواکبا
(فضا میں غبار چھا جانے کی وجہ سے دن اندھیری رات جیسا لگتا تھا اور نیزوں کی انیاں ستارے جیسی تھی)

پر ختم کر دیں گے جن میں ایک مہ جبین کے اوصاف ہیں۔ زاں بعد اُن آلام و مصائب کا ذکر آئے گا جو راہِ عشق میں درپیش ہیں۔

قوس قزح

عربی میں ابن الرّومی کے قوس قزح والے درج ذیل اشعار شاہکار مانے گئے ہیں[۱]۔ امیر طاہر بن الفضل نے ان اشعار کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے[۲] جو ہم پہلو بہ پہلو درج کرتے ہیں۔ بجز کچھ تغیّر و تبدّل کے جو موقعہ اور محل کی مناسبت سے ضروری تھا۔ فارسی ترجمہ اصل اشعار کے ساتھ ہُوبہُو نقل کیا گیا ہے۔ ہم صرف عربی متن کا ترجمہ دیں گے:۔

(۱) وساق صبیح للصبوح دعوتہ
فقام وفی اجفانہ سنۃ الغمض

(۱) آں ساقی مہ روی صبوحی برمن نورد
وز خواب دو چشمش چو دو تا نرگس خرم

(میں نے گُل رُو ساقی سے جامِ صبوحی مانگا۔ چنانچہ وہ نیند بھری پلکوں کو ملتے ہوئے اُٹھا)

(۲) یطوف بکاسات العقار کانجم
فمن بین منقضّ علینا ومنفضّ

(۲) وان جام می اندر کف او ہمچو ستارہ
ناخوردہ یکی جام دگر دادہ دمادم

(اُس نے ستاروں جیسے چمکتے ہوئے پیمانوں کو گردش دینی شروع کی۔ کچھ ہم تک پہنچے اور کچھ باقی رہ گئے)

---

[۱] ابن رشیق نے تسلیم کیا ہے کہ یہ اشعار ابن الرومی کے ہیں (العمدۃ جلد۲ ص۱۸۳) اور یہ اشعار ابن الرّومی کے دیوان میں بھی موجود ہیں جو کیلانی نے تصحیح کرکے شائع کیا ہے۔ دیکھئے ص۲۷۔ ثعالبی نے ان اشعار کو سیف الدولہ سے منسوب کیا ہے (یتیمہ جلد۱ ص۱۹) اور شمس الخلافہ نے عضدالدولہ کی طرف منسوب کیا ہے (مجموعہ ص۹۵ب) لیکن اِن امیروں کی طرف انتساب کرنے کی وجہ جانبداری ہے۔ اور کچھ نہیں۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ ان اشعار کو ابو الصقر القبیصی اور عبد الصّمد بن المعذّل کی طرف بھی منسوب کئے جاتے ہیں۔

[۲] لباب جلد۲ ص۲۸۔

(۳) وقد نشرت ایدی الجنوب مطارفا　　(۳) دان میغ جنوبی چو یکی مطرف خور بود
علی الجو دکنا والحواشی علی الارض　　دامن بزمین برزده ہمچون شب ادہم
(جنوبی ہوا نے اپنے ہاتھوں سے آسمان پر کالی چادریں بچھا دی ہیں جن کی دھاریاں زمین پر رگڑ کھا رہی ہیں)

(۴) یطرزھا قوس السحاب باصفر　　(۴) بربستہ ہوا چون کمری قوس قزح را
علی احمر فی اخضر تحت مبیض　　از اصفر وز احمر وز ابیض مُعلم
(قوس قزح نے اُس پر لال، پیلی، ہری اور سفید گوٹ لگا دی ہے)

(۵) کاذیال خودٍ اقبلت فی غلائل　　(۵) گوئی کہ دو سہ پیرہن است از دو سہ گونہ
مصبغۃ والبعض اقصر من بعض　　وز دامن ہر یک زدگر پار گکی کم
(ایک نازنین کے دوپٹے کے آنچل کے مانند جو رنگین لباس اس طرح تن کٹے ہوئے ہے کہ اُن میں سے ہر لباس دوسرے لباس سے چھوٹا معلوم ہوتا ہے)

دھنک کے اِس بیان سے دو ایرانی شاعر یعنی منوچہری اور معزّی متأثر ہوئے اور ان دونوں نے بھی طبع آزمائی کرنا شروع کی۔ منوچہری نے کہا:[۱]

بامدادان بر ہوا قوس قزح　　بر مثال دامن شاہنشہی
(قوس قزح آسمان پر صبح کے وقت شاہی دامن جیسی لگتی ہے)

پنج دیبای ملوں برتنش　　یازجستہ دامن ہر دیبہی
(اُس نے مختلف رنگوں کے پانچ لباس پہنے ہیں اور ہر لباس ایک دوسرے سے ہٹا ہوا معلوم ہوتا ہے)

معزی نے کہا:[۲]

نماید خویشتن قوس قزح چون چنبر رنگین　　کہ باشد در زمین پنہان شدہ یک نیمہ زان چنبر
(قوس قزح خود ایک رنگین دائرہ بن کر ظاہر ہوتی ہے اس کا آدھا حصّہ زمین میں چھپا ہوا ہے)

---

[۱] دیوان منوچہری ص ۱۲۴ سطور ۴ اور ۵
[۲] دیوان معزّی ص ۲۱ ب، مجمع الفصحا ص ۲۲۸۔

بجو پوشیدہ سہ پیراہن کہ ہر یک را بود پیدا ٭ بُن دامن یکی احمر یکی اصفر یکی اخضر
(ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے تین قمیصیں پہن رکھی ہیں جو سرخ زرد اور نیلے رنگ کی ہیں اور ہر کا دامن زیرین دکھائی دے رہا ہے)

(ب) ماہِ نَو

ہم نے دیکھا کہ عہد عباسیہ کے شعراء نے نئی نئی تشبیہات اور نئے نئے استعارات اپنے اشعار میں بھرتی کئے ہیں ان شعرا میں دو شخص قابل ذکر ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے ہم عصر بھی تھے۔ وہ ہیں ابن المعتز اور ابن الرومی۔ ان نئی تشبیہات میں ماہِ نو کا مادی اشیا سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ مثلاً درانتی سے، طلائی کشتی سے جس کا کچھ حصہ پانی میں ڈوبا ہوا ہو، ناخن کی کترن[1] سے، چوگان کھیلنے کی لکڑی کے مڑے ہوئے حصے سے، کٹارے سے، حرف نون سے، کنگن سے، بوڑھے حبشی کی ابرو چشم سے، گھوڑے کی نعل سے، گوشوارے سے اور کمان وغیرہ سے۔ ایرانی شعراء نے اس میں بھی عرب شعراء کا تتبع کیا ہے۔ ان تمام تشبیہات کی وضاحت کے لئے عربی اور فارسی کے مماثل اشعار بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ لیکن ایسا کرنے سے ہم اپنے مقصد سے دور جا پڑیں گے۔ لہذا ان میں سے چند کا جائزہ لینا ہمارے لئے مناسب رہے گا۔

(۱) ماہِ نَو کی ایک طلائی درانتی سے تشبیہ۔ ابن المعتز کہتا ہے[2]:-

انظر الی حسن ہلال بدی ٭ یھتک من انوارہ الحندسا
(افق سے اُبھرتے ہوئے ہلال کی خوبی دیکھو، وہ اپنی روشنی سے تاریکی کا پردہ چاک کرتا ہے)

کمنجل قد صیغ من عسجد ٭ یحصد من زھر الدجی نرجسا
(وہ درانتی کے مانند ہے جو سونے کی ہے۔ یہ تو نرگس کو اندھیرے کے پھولوں سے کاٹتی ہے)

---

[1] عمرو بن قمیئہ نے یہ تشبیہ لی ہے۔ ملاحظہ ہو دیوان تصحیح لائل ص ۶۴
[2] دیوان جلد ۲ ص ۱۲۲ -

اکثر و بیشتر ایرانی شعراء نے اس تشبیہ کو پسند کیا ہے۔ ہم یہاں منوچہری اور معزی کے اشعار سے مثال پیش کریں گے۔

(الف) منوچہری کہتا ہے[1]

پدید آمد ہلال از جانب کوہ بسان زعفران آلودہ مجن

(ہلال پہاڑ کے دامن سے اس طرح نکل رہا ہے جس طرح کہ ایک چوگان، جو زعفران سے رنگا ہوا ہے)

(ب) معزی کہتا ہے[2]:-

گردوں چو مرغزار و در ماہ نو چو داس کفتی کہ ماہتاب ہمی بدرود گیا

(آسمان ایک چراگاہ کے مانند ہے اور ہلالِ نو اس پر درانتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ چاند اس کھرپی سے گھاس کاٹے گا)

معزی کی ہلالِ نو والی تشبیہ ابن المعتز کی مذکورالصدر تشبیہ سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔

(۱۱) ہلالِ نو کی مثال ایک طلائی کشتی سے جو کبھی نیلگوں سمندر میں اوپر آتی ہے اور کبھی نیچے جاتی ہے۔ ابن المعتز نے کہا ہے[3]:-

اھلاً بفطر قد اتاك ھلالہ فالآن فاغدُ الی المدام فبکرِ

(مبارک ہو عید الفطر۔ اُس کا پہلی رات والا چاند نکل آیا ہے۔ اب صبح جلدی اٹھو اور شراب سے رنگ رلیاں کرو)

---

[1] دیوان منوچہری ص۸۱ سطر ۳۵

[2] مجمع الفصحا ص ۲۳۳ الف۔ حافظ کا خیال ہے کہ نیلگوں آسمان پر جب ہلالِ نو نکلتا ہے تو وہ اُسے اپنے گذشتہ اعمال کی یاد دلاتا ہے اور بہت جلد آنے والے بڑھاپے کی نشاندہی کرتا ہے ؎

مزرعِ سبز فلک دیدم و داسِ مہِ نو یادم از کشتۂ خویش آمد و ہنگام درو

[3] دیوان جلد ۲ ص ۱۱۶، العمدۃ جلد ۲ ص ۱۸۳۔

وانظر الیه کزورق من عسجد　　قد اثقلته حمولة من عنبر

(دیکھو تو وہ ایک طلائی کشتی ہے جس میں عود و عنبر لدا ہوا ہے)

ایرانی شاعروں میں سے صرف عمعق بخاری اور قطران پیش کئے جائیں گے۔ عمعق کے بیان میں اس تشبیہ کے علاوہ اور بھی تشبیہات ہیں۔ قطران نے درحقیقت خاور سے طلوع ہونے والے سورج سے کام نکال لیا ہے۔

(الف) عمعق (وفات ۱۱۴۸ء) کہتا ہے[1]:-

ہلال عید بروں آمد از سپہر کبود　　چون شمع زرین پیش زمردین محراب

(عید کا چاند نیلگوں آسمان پر نظر آگیا۔ وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمرد کے محراب کے سامنے کسی نے سنہری شمع رکھی ہو)

فلک چو چشمۂ آب و مہ نواندروی　　بسان ماہی زرین میان چشمۂ آب

(آسمان پانی کے حوض کے مانند ہے اور پہلی رات کا چاند اس حوض میں سنہری مچھلی جیسا لگتا ہے)

گہی نہاں شد و گاہی ہمی نمود جمال　　چو نور عارض فردسیان بزیر نقاب

(کبھی تو وہ چھپ جاتا ہے اور کبھی جنت میں نقاب اوڑھے ہوئی حوروں کے چہروں کے مانند اپنا جمال دکھاتا ہے)

بسان زورق زرین میانۂ دریا　　گہی باوج براز موج وگاہ درغرقاب

(وہ ایک سنہری کشتی کے مانند ہے جو دریا میں کبھی تو موجوں کے اوپر تیرتی نظر آتی ہے اور کبھی پانی میں غرق ہو جاتی ہے)

(ب) قطران (وفات ۱۰۷۲ء) کہتا ہے[2]:-

چون شنبلید زار میان بنفشہ زار　　از گوشۂ سپہر رواں مہر دلپذیر

(آسمان کے کونے سے آفتاب عالمتاب ایسا نکلا جیسے میتھی کا پھول بنفشہ کے کھیت میں اگتا ہے)

---

[1] مجمع الفصحا ص ۵۴۰ الف؛ خرابات جلد ۱ ص ۱۸۵

[2] دیوان قطران۔ ص ۸۴ الف

یا چون عذیر بود پر از آبِ نیلگوں از زرّ زردقی زبرِ آبِ آن عذیر
(یا آسمان گہرے نیلے رنگ کے پانی کا حوض تھا۔ اور ایک طلائی کشتی اُس حوض کی سطح پر تیر رہی تھی)

(ج) سپہر بریں کے ستارے

ابن المعتز نے نیلگوں آسمان کے ستاروں کو موتیوں سے تشبیہ دی ہے جو ایک نیلے قالین پر بکھرے پڑے ہیں۔ مثال کے طور پر[1]:۔

کأنّ اجرامَ النّجومِ لوامعًا درر نُثرن علی بساطٍ ازرقِ
(روشن اجرامِ فلکی گویا آبدار موتی ہیں جو نیلے رنگ کے قالین پر منتشر ہیں)

اِس تشبیہ کو ایرانی شعراء نے بھی بہت استعمال کیا ہے :۔

(الف) دقیقی (وفات ۹۷۵ء) کہتا ہے[2]:۔

سحرگاہان کہ باد نرم جنبد بجنباند درختِ سرخ واصفر
تو پنداری کہ از گردون ستارہ ہمی بارید بر دیبای اخضر
(صبحدم جب ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو درختوں کے زرد و سرخ پتے گرنے لگتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ آسمان ہرے رنگ کی زربفت ہوالی جاجم پر ستارے برسا رہا ہے)

(ب) معزّی (وفات ۱۱۴۷ء) کہتا ہے[3]:۔

ستارگانِ دُرافشان بر آسمان گفتی کہ درز بر جد مینا مرصّع است درر
(آسمان پر چمکدار ستارے ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا وہ دُرِ آبدار ہیں جو لہسنیا (ہیرا) سے بنی ہوئی صراحی پر جڑے ہوئے ہیں)

---

[1] التبیان فی البیان از طیبی ص ۸۶ ب
[2] مجمع الفصحا (چاپ تہران) ص ۲۱۶
[3] دیوان ص ۶۸ سطر ۱۷۔

اسی کے ساتھ کہکشاں کا بھی اضافہ کیا جاتا ہے جس کے کنارے پر ستارے چمکتے رہتے ہیں۔

الف ابن الرومی (وفات ۲۸۳ھ / ۸۹۶ء) کہتا ہے[۱]:-

کانّ المجرّ جدول ماء نبت الاقحوان فی جانبیہ

(کہکشاں چشمۂ آب لگتا ہے جس کے دونوں طرف بابونج کے جھاڑ اگے ہوئے ہیں)

ب عبداللہ بن حجّاج (وفات ۳۹۱ھ) نے اِسی تشبیہ کو ستاروں کے ساتھ بیان کرکے زیادہ واضح کر دیا ہے۔

ھذی المجرۃ والنجوم کانّھا نھر تدفّق فی حدیقۃ نرجس

(کہکشاں کو اور ستاروں کو دیکھو تو وہ ایک نہر معلوم ہوتے ہیں جو نرگس کے پھولوں کے باغ میں زوروں سے بہہ رہی ہے[۲])

ابوالفرج رونی (وفات تقریباً ۵۰۰ھ) اور انوری (وفات ۵۸۷ھ / ۱۱۹۱ء) نے اس صنعت کو اسی طرح نبھایا ہے۔

(۱) رونی کہتا ہے[۳]:-

بگرفت شگوفہ چمن در گذر آب چونانکہ ستارہ گذرِ کاہکشاں را

(باغ میں پھولوں نے پانی کا راستہ اس طرح روکا ہے جیسے کہ ستارے کہکشاں کے راہ میں حائل ہو جاتے ہیں)

(۱۱) انوری کہتا ہے[۴]:-

بران مثال ہمی تافت راہِ کاہکشان کہ در بنفشہ ستان برکشید صف بمہر

(کہکشاں کا راستہ اس طرح چمک رہا تھا جیسے کہ جُوہی کے پھول بنفشہ کے تختے پر چمک رہے ہوں)

---

۱ مجموعہ ص۱۷ ب۔

۲ خزانہ ص۱۷۵

۳ مجمع الفصحا ص۹ الف

۴ دیوان چھاپ تہران۔

د

گلہائی رنگا رنگ

جن پھولوں کا ذکر محدثین عرب شعراء نے کیا ہے اُن میں سے صرف گُل لالہ کا ذکر ہم کریں گے۔ مثال کے طور پر ابن المعتز کے حسب ذیل اشعار لیجئے[۱]:۔

کانّ آذریونہا تحت السماء الصّافیہ

مداھن من عسجدٍ فیھا بقایا غالیہ

(زیرِ آسمان باغات میں گل لالہ سنہری کنٹروں (کٹوروں) کے مانند دکھائی دیتے ہیں جن میں شک بِلائی کا عطر (زیاد) بھرا ہوا ہے)

ایرانی شاعر قطران نے (وفات ۱۰۷۲ء) کئی بار گل لالہ کا ذکر کیا ہے اور اس میں اس تشبیہ کو لے آیا ہے۔ مثلاً[۲]

لالۂ نعمان مانندیکی جام عقیق زدہ از غالیہ اندرین آن جام رقم

(شقائق النعمان یعنی گہرے سرخ رنگ والا گل لالہ عقیق کا کٹورہ معلوم ہوتا ہے جس کے پیندے میں مشک بلائی کی تہ جمی ہوئی ہے)

شبنم کے قطروں کا جو پھولوں پر پڑے ہوتے ہیں۔ اکثر ایک مہ جبین کے رخساروں پر پسینے کے بُوندوں سے موازنہ کیا جاتا ہے بُحتری کے اس شعر نے اپنی خوبیِ ادا کی وجہ سے بہت مقبولیت حاصل کی ہے[۳]:۔

۱؎ العمدۃ جلد ۲ ص ۱۸۲

۲؎ دیوان قطران ص ۱۱ الف

۳؎ زہرالآداب جلد ۲ صفحات ۲۱۵ اور ۲۱۶۔ اس کتاب کے مصنف الحُصری نے درستو یہ کی زبانی ایک قصہ درج کیا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ شعر المبرّد کے سامنے پڑھا گیا تو المبرّد نے اُسے بہت پسند کیا اور کہا کہ اُس نے ایسا اچھا قدماء یا محدثین سے کبھی نہیں سُنا تھا۔ بُحتری بھی وہاں موجود تھا۔ یہ سُن کر وہ خوشی کے مارے پھولا نہیں سمایا لیکن اُس کی خوشی خاک میں مل گئی جب حاضرین میں سے کسی نے یہ اعلان کیا کہ اِس تشبیہ کا مُوجد البُحتری نہیں ہے بلکہ اُس سے قبل کئی شعراء نے اس تشبیہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

شقائق یحملن النّدی فکأنّها دموع التصابی فی خدود الخرائد
(گُلِ لالہ پر شبنم کے قطرے ایسے لگتے تھے جیسے آتشِ عشق کی وجہ سے شرمیلی جوان لڑکیوں کے رخساروں پر آنسوؤں کے قطرے پڑے ہوں)
بیشتر ایرانی شعراء نے اس تشبیہ کو نباہا ہے لیکن ہم اُن میں سے چند کے متعلق

: پچھلے صفحہ کا حاشیہ:
کو استعمال کیا ہے مثلاً لہ سعید بن حُمید الکاتب نے کہا ہے:-

عذبُ الفراقُ لنا قبیل وداعنا ثم اجتی عناہ کسُمٍّ ناقع
(ایک دوسرے سے بچھڑنے سے پہلے ہجر بھلا معلوم ہوتا تھا لیکن ہم نے اُس کو زہر ہلاہل جیسا پایا)

وکانّما اثر الدموع بخدّھا طلّ تساقطفوق وردیانع
(اُس کے رُخسار پر آنسو ایسے لگتے جیسے کسی سُرخ گلاب پر شبنم گری ہوئی ہو)

(ii) ابوالعبّاس النّاشی نے کہا ہے:-

بکت للفراق وقد راعنی بکاء الحبیب لبُعد الدّیار
(فراق کی وجہ سے وہ رونے لگی منزل کی دوری پر محبوب کی آہ و بکا مجھے بھلی معلوم ہوئی)

کانّ الدموع علی خدّھا بقیّۃ طلّ علی جلّنار
(اُس کے رُخسار پر آنسو ایسے لگتے تھے جیسے گلنار پر شبنم کے قطرے پڑے ہوں)

(iii) علی بن جریح تو اس تشبیہ کی ادائیگی میں الناشی سے بازی لے گیا وہ کہتا ہے:-

لوکنتَ یوم الوداع شاھدنا وھنّ یُطفین غلۃ الوجد
(اگر تو نے ہم کو وداع کے دن دیکھا ہوتا جب وہ سب (عورتیں) اپنی وجدان عشق کی آتش کو بجھا رہی تھیں)

لم ترالّا دموع باکیۃ تسفح من مقلۃ علی خد
(تو تجھے آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کے سوا کچھ نظر نہ آتا جو رخساروں پر بہہ رہے تھے)

کأن تلاع الدموع قطرندی یقطر من نرجس علی ورد
(وہ آنسو گویا شبنم کے قطرے تھے جو نرگس کے پھول سے گلاب ٹپک رہے تھے)

(وغیرہم

کچھ کہیں گے:-

الف رودکی (وفات ۳۲۹ھ/ ۹۴۱ء) کہتا ہے[۱]:-

وگشته زین پرندسبز شاخ بیدِ بناله چنان چون اشک مهجوران نشسته ژاله برلاله

(اس سبز آسمان کی وجہ سے بید کے پرانے درختوں کی شاخوں میں نئے پتے لگے ہیں اور گلِ لالہ پر شبنم کے قطرے عاشقانِ خستہ حال کے آنسو لگتے ہیں)

ب معزّی (وفات ۱۱۴۷ء) کہتا ہے[۲]:-

عرق کرده جبینش ز داغِ فرقتِ من چون برچکیده بگلبرگ قطرهائی گلاب

(میری جدائی سے اُس کی پیشانی پر پسینہ آگیا ہے اور پسینے کے قطرے عرقِ گلاب کے قطروں کے مانند ہیں جو گلاب کی پتیوں پر ٹپک رہے ہیں)

ج فلکی شروانی نے کہا ہے[۳]:-

عرق گرفته دراعارض از حرارت می چون زیر قطره شبنم صحیفهٔ گلنار

(شراب کی گرمی سے اُس کے رخسار پر پسینہ آرہا تھا اور وہ رخسار انار کے جھاڑ کے پتے کے مانند تھے جن پر شبنم کی بوندیں پڑی ہوتی ہیں)

د لامعی (وفات تقریباً ۵۲۰ھ/ ۱۱۲۶ء) کہتا ہے[۴]:-

چندین چه گریم از غم معشوق بر طلل بر روی زرد اشک چو بر شنبلید طل

(میں اپنی محبوبہ کے فراق کے غم سے ویران بستی پر اتنا کیوں روؤں کہ میرے زرد چہرے پر میرے آنسو ایسے لگیں کہ میتھی کے پتوں پر شبنم کے قطرے)

ھ اور سعدی نے کہا ہے[۵]:-

ژاله برلاله فرد آمده هنگام سحر راست چون عارض گلبوی عرق کرده باز

(علی الصباح گلِ لالہ پر شبنم گرتی ہے۔ بے شک وہ اُس پسینے کے قطروں کے مانند ہے جو ایک خوشبو سے مہکتی ہوئی مہ جبین کے رخساروں پر پڑے ہیں) (مسلسل)

---

۱ لغات اسدی ص ۸۳ ۲ دیوان ص ۱۷۲ب ۳ آتشکده ص ۴۲ ۴ اسپرمنگر کا ذخیرہ ص ۲۸۳ الف ۵ شعوری: لسان العجم جلد ۲ ص ۵۰ ب